علم النحو کی تاریخ، وسعت اور اہل علم کی گرانقدر خدمات

مولانا سجاد الحجابی

علوم عربیت کی تعلیم وتربیت کے اہداف :...... علوم عربیت کے خاندان سے تعلق رکھنے والا ایک بڑا مشہور فن ''نحو'' کہلایا جاتا ہے، جس کی حیثیت عربی زبان وادب میں ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے، اس کے بغیر عربی زبان وادب کی شدبد پیدا ہونا ممکن نہیں، اس فن کی قدیم وجدید کتابیں مدارس عربیہ میں بڑے ذوق وشوق سے پڑھائی جاتی ہیں، مدرسین اور طلبہ کا بڑا وقت نحو کی کتابوں سے استفادہ کرنے، ان کو حل کرنے اور اس کے ذریعہ عربیت کی پختگی، علوم وفنون کی قوت واستعداد پانے میں خرچ ہوتا ہے، مدارس کے اندر نحو کی تعلیم بڑی دقت نظر سے دی جاتی ہے، جس کا معیار بول چال (حوار) والی ابتدائی گرائمر سے اونچا ہوتا ہے، جس کے لئے اس قدر محنت کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی جتنی مدارس میں کروائی جاتی ہے، البتہ نئے نظام تعلیم کے بہی خواہ اور عصری اداروں کے خوشہ چین ''نحو'' کو صرف معمولی درجہ کی گرائمر کی حد تک ہی حیثیت دیتے ہیں، جس کے ذریعہ وہ خیر خبر لینے دینے، آنے جانے اور کھانے پینے کی عربی روانی سے بول لیتے ہیں۔

مگر سہولت سے ''نحو'' کی تعلیم پانے والے علوم عربیت کے داخلی رموز کے شناسا نہیں ہوتے، قوتِ استعداد نامی ملکہ سے بے خبر ہونے کی وجہ سے قرآن، حدیث، فقہ، اصول دین، اصول فقہ کا بخوبی ادراک کر لینے سے قاصر رہتے ہیں، کیونکہ انہوں نے غور وفکر کی متقاضی کتابوں سے فن کو حاصل کرنے کی مشق نہیں کی ہوتی، جس کی وجہ سے وہ خلط مبحث، غلط فہمیوں اور علمی وفنی کوتاہیوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔

روز بدلتے محاورہ کی زبان میں خط وکتابت کر لینے یا بول چال میں روانی پیدا ہو جانے کو وہ اپنی جہالت مرکبہ کی وجہ سے تمام علوم وفنون کی بنیاد سمجھنے لگتے ہیں، نتیجہ یہ کہ ایسے کم سواد لوگ بھی سب سے پہلے ''کتاب اللہ'' اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسی طرح ''فقہ'' اور علوم عالیہ سے تعلق رکھنے والے موضوعات، مباحث، کتابوں اور مسائل کو درس، بیان، ترجمہ، تربیتی کورس اور تحقیق وریسرچ کے نام پر ''ناکام مشق'' کے لئے منتخب کر لیتے ہیں، جس سے اصلاح کے

بجائے خرابی، فتنوں، اشکالات اور غلط فہمیوں میں ہی اضافہ ہوتا ہے، الٹا اس کی ذمہ داری بھی ''یہ صحافی نما مصلحین'' ماہرین فن علماء ہی کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔

آج کل فنون، علوم عربیت اور دینی مدارس وجامعات میں اس حوالے سے جاری منہج تعلیم وتربیت کے بارے میں کئی طرح کی باتیں کی جارہی ہیں، غلط فہمیاں پھیلائی جارہی ہیں، ''علماء و ماہرین فن'' تیار کرنے کے بجائے منشی وصحافی پیدا کرنے پر زور دیا جارہا ہے، اس مسئلے پر ''مثبت و منفی جہت'' سے غور کرنے کے بجائے بروقت ''ہمہ جہتی'' کام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ خیر وخوبی اور شر وعیب میں خلط ملط کردینے سے بچا جاسکے۔

علم النحو کا آغاز:......علامہ سنجاری رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب ''ارشاد القاصد'' میں ''علم النحو'' کے بنیادی مقاصد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> علم نحو وہ علم ہے جس سے مرکب کلمات کے ان احوال کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جو اعراب و بنا سے متعلق تغیرات کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں، یعنی کونسی حرکت کب کیسے اور کہاں دینی چاہئے؟ [آگے فرماتے ہیں]: اور یہ سب اس لئے تاکہ جملے کا مقصود پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجائے اور سامع کو کسی طرح کا التباس نہ رہے۔(۱)

ابو البرکات ابن الانباری اپنی کتاب ''نزہۃ الالباء فی طبقات الأدباء'' میں لکھتے ہیں:

> علم عربیت کے واضع اول، اس کے قواعد کی بنیاد رکھنے والے اور اس کے حدود کی حد بندی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، انہی سے ابو الاسود دؤلی نے علم حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے یہ علم وضع کرنے کا جو واقعہ محرک ہوا، اسے ابو الأسود نے اس طرح بیان کیا ہے: کہ ایک دن امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے میں نے پوچھا:......اے امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عجمیوں سے اختلاط ہوجانے کے سبب کلام عرب میں کچھ فساد اور خرابی آگئی ہے؛ لہذا میں چاہتا ہوں کہ ایسی بنیادی چیزیں جمع کردوں جو لوگوں کے لئے مرجع اور معتمد علیہ بن سکیں، پھر انہوں نے وہ رقعہ میرے سامنے کیا جس میں لکھا تھا: کہ ہر کلام اسم، فعل اور حرف میں منحصر ہے: اسم وہ ہے جو معنی کو بتاتا ہے، فعل وہ ہے جس کے ذریعے کسی کام کا ہونا معلوم ہو اور حرف وہ ہے جو نہ اسم ہو اور نہ فعل اور کسی معنی کا فائدہ دے۔
>
> مجھے مزید بتاتے ہوئے فرمایا: اے ابو الأسود! انح ھذا النحو (اس طریقہ پر چلو) اور غور وفکر سے اس میں اضافہ کرو، اور ہاں دیکھو! اسماء تین طرح کے ہوتے ہیں: ظاہر، مضمر اور وہ جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمر، لوگوں کے درمیان (مراد متعین کرنے کے دوران) باہمی فضیلت کا مقابلہ اُس میں ہوتا ہے، جو نہ ظاہر ہو اور نہ

مضمر۔اس سے ان کی مراد اسم مبہم تھی۔(۲)

بعض روایات میں علم نحو کی اولین تدوین کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف کی گئی ہے اور بعض دیگر روایات میں چند اور صحابہ کا بھی نام لیا گیا ہے۔

خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ عربی زبان کی حفاظت اور صحیح اشاعت کے لئے اس بنیادی علم کی پہلی گٹھلی صحابہؓ ہی کے دور میں پڑ گئی تھی، انہی کے زیر اثر حضرت ابوالاسود دؤلی اور ان کے حلقہ شاگردان نے اس علم کو مدون کیا، عربیت کے حوالے سے اس کی بنیادی حیثیت وضرورت کو تسلیم کرلیا گیا، اور اس کی تعلیم وتربیت کا رواج پڑ گیا، جس میں خوب ترقی ہوئی، تصنیف وتالیف، بحث وتمحیص کے مستقل سلسلے چل پڑے، جس کے نتیجہ میں ''علم النحو'' کے بارے میں جداگانہ شناخت رکھنے والے مکاتب فکر وجود میں آگئے۔

نحوی مکاتب فکر اور امام سیبویہ کی ''الکتاب'':...... چنانچہ سب سے پہلے بصری اور کوفی نحویین اور ان کے باہمی فنی اختلافات کا چرچا ہوا، ان کا ذکر کیا جانے لگا، یہ سلسلہ اتنا دراز ہوگیا کہ بعد کے مقتدر علماء نے نحوی مذاہب، آراء اور راجح و مرجوح پر الگ سے کتابیں لکھ ڈالیں۔

اس حوالے سے ابن الانباری کی مشہور کتاب ''الانصاف فی مسائل الخلاف بین النحاۃ البصریۃ والکوفیۃ'' علماء کے لئے مصدر کی حیثیت رکھتی ہے، جو شیخ محی الدین عبدالحمید حنفی کی قیمتی تعلیقات کے ساتھ مصر اور بیروت کے کئی اداروں نے شائع کی ہے، اس موضوع پر حال ہی میں ابو البقاء العکبری (متوفی ۶۱۶ھ) کی کتاب ''التبیین من مذاہب النحویین البصریین والکوفیین'' بھی مکتبۃ العبیکان، ریاض، سے چھپ گئی ہے۔

بصرہ کے نحویوں کی نمائندگی نصر بن عاصم (التوفی ۸۹ھ)، ابوعمرو ابن العلاء (متوفی ۱۵۴ھ)، خلیل بن احمد الفراہیدی (متوفی ۱۸۸ھ)، سیبویہ (متوفی ۱۸۰ھ) اور مبرد (۲۸۵ھ) اپنے اپنے دور میں کرتے رہے۔

امام سیبویہ کی ''الکتاب'' نے اس مکتبہ فکر کی بہترین ترجمانی کی اور لاجواب شہرت حاصل کی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء نحو وعربیت نے اس کتاب کو جو اہمیت دی ہے، اس کا کچھ ذکر کیا جائے؛ تاکہ عظیم شخصیت کے اس عظیم کارنامے کا کچھ اندازہ کیا جاسکے؛ جس نے تاریخ کے ہر موڑ پر فنی مقام ومرتبہ کے لحاظ سے اپنا لوہا منوایا، اور مجھ سمیت جو لوگ تسہیلات زمانہ کے شکار ہیں، ان کو اسلاف کی کتابوں کی طرف توجہ ہوسکے۔

چنانچہ مشہور مؤرخ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ رقمطراز ہے: ''سیبویہ سارے متقدمین ومتاخرین میں علم نحو کے سب سے بڑے عالم تھے اور اس فن میں ان کی کتاب جیسی کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی ہے۔(۳)

عبدالواحد اللغوی اپنی کتاب ''مراتب النحویین'' میں لکھتے ہیں: ''امام خلیل کے شاگردوں میں سیبویہ جیسا شخص نہیں تھا، انہوں نے ایک کتاب تالیف کی جو ''قرآنی نحو'' سے مشہور ہوئی''۔(۴)

ابوعثمان مازنی کتاب سیبویہ کے بارے میں کہتے ہیں: ”جس کسی کو یہ خیال آتا ہو کہ وہ ”کتاب سیبویہ“ کے بعد (بھی) کوئی بڑی، جامع کتاب نحو میں لکھ دے، تو اسے (اپنی کوتاہ بینی پر) شرم آنی چاہئے۔(۵)

امام فراء کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ فوت ہوئے تو ”کتاب سیبویہ“ ان کے سرہانے مطالعہ کے لئے رکھی ہوئی تھی۔(٦)

غیر معمولی فنی اہمیت ہی کی وجہ سے اس کو ”قرآنِ نحو“ جیسی بلند و بالا تعبیر سے یاد کیا گیا، اور جب بھی علماء نحو میں اس کا حوالہ دیا جاتا ہے، تو صرف ”الکتاب“ کہہ دینا کافی سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام ہارون امام جاحظ کے حوالے سے لکھتے ہیں: ”ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۵ھ قدیم دور کے ان بڑے لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ”کتاب سیبویہ“ کو خوب پڑھا ہے؛ چنانچہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ: میں نے محمد بن عبدالملک الزیات کی خدمت میں جانے کا عزم کیا، ان کی خدمت میں ہدیہ پیش کرنے کے بارے میں سوچا، تو مجھے ”کتاب سیبویہ“ سے زیادہ بہتر کوئی چیز ہدیہ کرنے کی لائق نظر نہیں آئی (چنانچہ ہدیہ لے کر ان کے پاس پہنچا) عرض کیا: میں نے آپ کی خدمت میں کچھ ہدیہ پیش کرنا چاہا؛ مگر مجھے کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی جو آپ کو پیش کی جاسکے، سب چیزیں آپ کے پاس موجود تھیں، (اس لئے یہ کتاب ہی آپ کو پیش کر رہا ہوں) میرے خیال میں اس سے بہتر ہدیہ نہیں ہوسکتا (اس کی وجہ یہ ہے کہ) میں نے یہ کتاب امام فراء کی میراث میں سے خریدی ہے، یہ بات سن کر ابن الزیات نے جاحظ سے کہا: کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ میرا ذخیرہ کتب اس قدر اہم کتاب سے بھی خالی ہے؟ (یہ کیسے ہوسکتا ہے) جاحظ نے جواب دیا: ایسا نہیں سوچا؛ لیکن (یہ نسخہ اہم ہے؛ کیونکہ) یہ فراء کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے، امام کسائی نے اس کا مقابلہ نصوص کیا ہے اور عمرو بن بحر جاحظ (خود بدولت) نے اس کی تہذیب کی ہے“۔(۷)

امام مبرد نے ”کتاب سیبویہ کا ایک تہائی حصہ جرمی کے پاس پڑھا، ان کے انتقال کے بعد پھر مازنی سے باقی کتاب کی تکمیل کی، جس کی وجہ سے امام مبرد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ ”کتاب سیبویہ“ کی معرفت و مہارت میں احمد بن یحیی ثعلب کوفی سے اونچے سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ابوعلی الدینوری سے دریافت کیا گیا: کہ مبرد نحوی ”کتاب سیبویہ“ کے بارے میں احمد بن ثعلب سے کیسے بڑھ گئے؟ تو الدینوری نے جواب دیا: کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مبرد نے یہ کتاب دوسرے ماہرین فن سے پڑھ کر اخذ کی ہے، جبکہ احمد بن ثعلب نے اپنے طور سے پڑھنے پر اکتفاء کیا تھا۔(۸)

اساتذہ سے پڑھنے اور خود مطالعہ کرنے پر اکتفاء کر لینے میں کتنا بڑا فرق ہے کہ ثعلب جیسا امام فن بھی زور بازو سے اس مقام کو حاصل نہ کرسکا، جو مبرد کو کسی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے ملا!

امام مبرد بصری کا یہ بھی معمول بتایا گیا ہے کہ جب کوئی ان کے یہاں آتا اور کتاب سیبویہ کا درس لینے لگتا، تو برجستہ فرماتے:...... ھل رکبت البحر؟ شاید مطلب یہ ہوتا: کہ سمندر کی وسعتوں یا بحری سفر کی مشقتوں کا اگر نظارہ کر چکے ہو،

تو (عربیت کے اس سمندر) کا بھی کرلوگے (ورنہ اتنی آسان نہیں) (۹)

شاید اسی کا اثر تھا کہ بعض نحوی حضرات "کتاب سیبویہ" کی باقاعدہ تلاوت کیا کرتے تھے۔ انہی لوگوں میں سے اندلس کے عبداللہ بن محمد عیسی تھے، جن کے بارے میں ابن بشکوال نے "کتاب الصلۃ" میں نقل کیا ہے (کہ ان کے حافظے اور شغف کا عالم یہ تھا) کہ صرف پانچ روز میں "کتاب سیبویہ" کا ختم کرلیا کرتے تھے، ابن بشکوال ہی کے حوالے سے شیخ عبدالسلام ہارون نے لکھا ہے: (کہ اندلس کے) قاضی ابوالحسن السعیدی کو "کتاب سیبویہ" حفظ یاد تھی۔ (۱۰)

عبدالواحد لغوی نے لکھا ہے کہ میں کتاب سیبویہ کے کئی اجزاء پچاس مرتبہ پڑھ چکا ہوں۔ (۱۱)

امام زجاجی نے "مجالس العلماء" میں اس سے بھی زیادہ عجیب بات لکھی ہے، کہ امام جرمی نے فرمایا: عرصہ تیس سال سے مسائل فقہ میں "کتاب سیبویہ" (کی روشنی میں) لوگوں کو فتوی دیتا ہوں۔ (۱۲)

اکابر دیوبند اور کتاب سیبویہ:...... متقدمین علماء دیوبند کے زمانہ عسرت، وابتلاء میں تو اس کتاب کا کوئی نسخہ پالینا ہی دشوار تھا؛ مگر ہمارے اکابر علماء دیوبند علم وتحقیق کے جویا تھے، جب کتاب کے نسخے دستیاب ہوئے تو اس لاجواب کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھایا، امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کو اس کتاب سے خاص مناسبت تھی، چنانچہ ان کے صاحبزادے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری "نقش دوام" میں حضرت شاہ صاحب کے تلاطم خیز مطالعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"علوم عربیہ میں کتاب سیبویہ جونحو کی ایک اہم کتاب ہے، فرماتے تھے کہ میں نے اس کتاب کا کئی بار مطالعہ کیا اور اس کی بعض نادر شرحیں بھی نظر سے گزریں۔ یہ بھی فرمایا: کہ علوم عربیہ میں اس سے زیادہ دشوار کتاب کوئی نہیں"۔ (۱۳)

حضرت شاہ صاحب کے شاگرد رشید شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہوی رحمہ اللہ اپنے ذوق مطالعہ کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"دارالعلوم دیوبند کی حاضری کے بعد حضرت مولانا سید انور شاہ رحمہ اللہ کے زیر ہدایت میں نے "کتاب سیبویہ" کا مطالعہ کیا اور آج تک چار دفعہ اس کا مطالعہ کرچکا ہوں، اب میرا عقیدہ یہ ہے کہ "کتاب سیبویہ" ہی ایک ایسی کتاب ہے جو طالب علم کے سامنے تمام علمی ذخائر رکھ دیتی ہے اور متعلم اپنی قابلیت کے موافق اس سے بہت کچھ حاصل کرسکتا ہے"۔ (۱۴)

متحدہ ہندوستان کے نابغہ روزگار لغوی مولانا عبدالعزیز میمنی بھی "کتاب سیبویہ" کے خوب واقف حال اور شناسا تھے، ڈاکٹر خورشید رضوی اپنی کتاب "تالیف" میں علامہ میمنی کے حالات میں "الروض الانف للسہیلی" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"الروض الانف کے نام سے یاد آگیا کہ علامہ میمنی اس کتاب کے بڑے مداح تھے، ایک روز اپنے خاص شائستہ اسلوب میں فرمایا: بھئی "الروض الانف" سیرت کے باب میں آسمانی کتاب ہے، اور نحو کے باب میں سیبویہ کی کتاب آسمانی ہے"۔ (۱۵)

علامہ عبدالعزیز میمنی عربی لغت کے مایہ ناز محقق تھے، جن کا حافظہ ضرب المثل تھا، عربی کے تقریباً پچھتر ہزار اشعار ان کی نوک زبان پر تھے۔

یہ ہوئی منزلت ''کتاب سیبویہ'' کی اور اس کا احترام ومقام! کتاب مشکل ضرور ہے، مگر یہ مؤلف کی عظمت، بلندی اور خود کتاب کی جامعیت، اس کے اسلوب کی دقت کو بتاتا ہے، آسان اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق گردانی جانی والی کتابیں اکثر وبیشتر فنی لحاظ سے خام خیال واقع ہوتی ہیں۔

کتاب سیبویہ کی طباعت:......طباعت کی دنیا میں کتاب سیبویہ پر سب سے پہلے یورپ کے مستشرقین نے کام کیا، پہلی بار پیرس سے دو جلدوں میں چھپی، مستشرق ڈیرنبرگ نے اس پر کام کیا، جا بجا تعلیقات کے علاوہ فرانسیسی میں ایک مقدمہ تحقیق بھی لکھا، جس میں کتاب کے مخطوطات، دستیابی کے اماکن اور کتاب کی تعریف واہمیت کے بارے میں تفصیلات دی، اس نسخہ کی پہلی جلد ۱۸۸۱ء میں اور دوسری ۱۸۸۵ء میں چھپی، اس کے چند سال بعد کلکتہ سے ۱۸۸۷ء میں ایک ضخیم جلد کے اندر چھپی، جو ۱۰۴۱ صفحات پر مشتمل تھی، اس نسخہ کے حاشیہ پر چوتھی صدی کے نحوی امام ابوسعید سیرافی کی ''شرح کتاب سیبویہ'' سے عبارتیں نقل کی گئی تھیں، اخیر میں ''تحصیل عين الذهب من معدن جوهر الادب'' نامی رسالہ بھی لگا ہوا تھا، اس کے بعد برلین، جرمنی سے مستشرق گھن کی توجہ سے دو جلدوں میں چھپی، پہلی جلد ۱۸۹۴ء میں اور دوسری ۱۹۰۰ء میں منظر عام پر آئی، گھن نے جرمن زبان میں اس کا ترجمہ بھی لگا دیا تھا، جو شاید کسی بھی عجمی زبان میں اس عظیم کتاب کا پہلا ترجمہ تھا۔

اس کے بعد مصر کی باری آئی، چنانچہ بولاق سے اس کی ایک جلد ۱۳۱۶ھ میں اور دوسری ۱۳۱۸ھ میں چھپی، مستشرق کرنکو کے بقول یہ نسخہ ضبط ودقت میں پیرس اور برلین کے مطبوعہ نسخوں سے بڑھ کر ہے، یہ کسی اسلامی عرب ملک سے کتاب سیبویہ کی پہلی اشاعت تھی، (۱۶) اس کے بعد بھی مصر کو اس کتاب کی طباعت کا شرف حاصل ہوتا رہا، چنانچہ اس کا سب سے آخری اچھا نسخہ وہ ہے جو نابغہ روزگار محقق، شیخ عبدالسلام ہارون کی تحقیق وشرح کے ساتھ مکتبۃ الخانجی، قاہرہ نے پانچ ضخیم جلدوں میں شائع کرایا ہے، یہ نسخہ آخری بار ۲۰۰۴ھ میں چھپا، جو اس طباعت کا چوتھا ایڈیشن تھا، ''کتاب سیبویہ'' دار الکتب العلمیہ، بیروت سے بھی ۱۹۹۹ء میں لبنانی نصرانی ڈاکٹر امیل بدیع یعقوب کی تحقیق سے پانچ جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

درسیات کا بنیادی ہدف اور اس کے زوال کے اسباب:......''کتاب سیبویہ'' ایک مشکل کتاب ہے، بایں ہمہ کوئی اس سے مستغنی نہیں ہوسکتا، نہ ہی کوئی دوسری کتاب اس کی جگہ لے سکتی ہے، جس کو استفادہ کرنا ہے، وہ اپنے اندر صلاحیت پیدا کرلے، اس کی شروحات سے مدد لے، بالفاظ دیگر کتاب پر طعن کرنے کے بجائے اپنے آپ کو اس سے استفادہ کا لائق بنادے، یہ نہیں کہ اپنی کوتاہی کتاب اور صاحب کتاب کے کھاتے میں ڈال دے، شاید اسی سوچ کا یہ اثر ہے کہ اب لوگ دقیق اور نکتہ رس کتابوں سے خار کھانے لگے ہیں، نصابی کتابیں نکتہ رسی پر مبنی ہیں، جو مدرس اور طالب علم سے محنت اور لگن کا تقاضا کرتی ہیں، ذوق کے بغیر اس کی روح منتقل نہیں ہوتی؛ مگر اب یہ خیال کیا جاتا ہے، کہ بجائے محنت طلبی کے جو کتاب

مشکل لگے، اسی کو نصاب سے خارج کر دیا جائے۔

''الفوائد الضیائیه ''للامام الجامی پر فلسفیانہ طرز ہونے کا حکم لگا کر درس نظامی سے الگ کرنے کی آوازیں اٹھ رہی ہیں؛ کیونکہ اب وہ مغلق کتابوں میں شمار ہونے لگی ہے، اپنی بدذوقی کا اعتراف کرنے کے بجائے کتاب اور صاحب کتاب پر حرف گیری کرنے میں عافیت سمجھنے لگے؛ حالانکہ فی الواقع کسی کتاب کا فنی لحاظ سے مشکل ہونا اس کی درسی اہمیت کو کم نہیں کرتا؛ بلکہ اسی ''تکلیف'' کے باعث ''شرح الامام'' کو نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے کہ اس کا بار اٹھانے والا کسی بھی فن کی کتاب بالخصوص نحوی کتاب کے اسرار ورموز سے اور تعبیراتِ مؤلف کے مقاصد ولازمی نتائج سے بہرہ مند ہونے کی صلاحیت حاصل کر لیتا ہے، یہی درسیاتی نصاب کا مرکزی جوہر ہے۔

درس نظامی کے محاسن میں یہ بنیادی بات موجود ہے کہ ان مشکل متون، حواشی کو پڑھ کر طالب علم میں فنی لحاظ سے بیدار مغزی اور نتائج وخلفیات کو بھانپ لینے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے؛ چنانچہ اگر کوئی مطالعہ کا اہتمام کر کے ان کتابوں کو پختہ مشق اساتذہ سے پڑھ لے تو تجربہ شاہد ہے کہ وہ متعلقہ فنون کی ہر مشکل کتاب کو حل کرنے اور اس سے استفادہ کرنے کی قوت پالیتا ہے، اس کے برخلاف جو نئی مرتب شدہ کتابوں سے فن کو حاصل کرتے ہیں، وہ صرف معلومات جمع کر لیتے ہیں، جن سے کسی قدر صحافت وانشاء اور خطابت وتقریر میں کام لے لیا جاتا ہے، مگر ان سہولت پسندوں کی بنیادی استعداد میں پختگی ہرگز نہیں ہوتی۔

درسی نصاب کی آئے دن تخفیف، تسہیل اور تغییر کی جو آوازیں مسلسل اٹھتی رہتی ہیں، اس کی وجوہات، داخلی وخارجی اسباب کو بھی دیکھ لینا چاہئے، کسی وبائی مرض کے علاج کے لئے محض دواؤں کی فراہمی اور تعیین ہی کافی نہیں ہو سکتی، تاوقتیکہ اس کے اسباب وعوامل کے بارے میں بھی لوگوں کو بتایا نہ جائے اور بیماری کے ماحول کو صحت مند اقدامات سے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ بصورت دیگر صحت مند ماحول اور صحت مند غذا کے بغیر علاج ومعالجہ کی سہولتیں فراہم کرنے، اس کی بہتری کی کوششیں کرنے سے ''خانہ پری'' تو ہو جائے گی، نتائج حاصل نہیں ہوں گے۔

ہمیں چاہئے کہ اپنے متعلقین کو آسانی وسہولت کے نام پر سستی وکاہلی کا عادی بنانے کے بجائے انہیں دشوار گزار راستوں سے مانوس کریں، انہیں مشکلات کے سمندر میں غوطہ زن ہونے کی مشق کرائیں؛ یہی ان کی خیر خواہی اور اسی میں ان کی ترقی وکامیابی چھپی ہوئی ہے، اردگرد کی دنیا پر نظریں دوڑائیں تو یہی نظر آئے گا کہ مہارت، کامیابی، خصوصیت صرف ان لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو سختیاں جھیلنے سے گھبراتے نہیں۔

مدرسین کا احساس ذمہ داری، تعلیم وتربیت کے مشغلہ سے ہمہ جہت وابستگی، شوق وولولہ، غیر متعلقہ سرگرمیوں سے اجتناب، مطالعہ کا عمومی ماحول، بحث وتحقیق کی حوصلہ افزائی، تعلیم وتربیت کے حوالے سے نمایاں رہنے والے اساتذہ، طلبہ کے ساتھ ترجیحی بنیادوں پر سلوک، ان کی حوصلہ افزائی، کتب خانہ سے زیادہ سے زیاہ استفادہ، وہاں آمد ورفت کی

سہولت، اس کی حوصلہ افزائی، کتابوں کی مسلسل فراہمی وغیرہ امور کو بھی نصابی جائزوں میں پیش رکھا جائے تو تعلیم وتربیت کے حوالے سے زوال کے خطرات کم کیے جاسکتے ہیں۔

کوفی مکتبہ فکر اور زبان وادب کی خدمات کا وسیع میدان:......بصری مکتبہ فکر کے بعد کوفہ کے ماہرینِ عربیت کا شور و غلغلہ رہا ہے، جن میں کسائی، فراء اور ثعلب جیسے حضرات ''مجالسِ نحو'' کو رونق بخشتے رہے ہیں، بعد کے ادوار میں اور بھی مجالس، مستقل شناخت رکھنے والی درس گاہیں وجود میں آئیں، جو درحقیقت عربیت کے ان دو مراکز کے زیر اثر رہ کر پروان چڑھتی رہیں، چنانچہ بغداد، مصر، اندلس (اسپین) کے اہل علم نے اس حوالے سے بیش بہا تصانیف کیں، جو عربی زبان وادب کی تاریخ میں یادگار ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام علم دوست مذہب ہے، جو علم وفن کی صحیح سمتوں میں ترقی، آبیاری کرنے کی راہیں ہموار کرتا ہے، علم نحو کی بھی اسلامی ترجیحات، تعلیمات کی بنیاد پر غیر معمولی نشوونما ہوئی، اس نے ترقی کی وہ منزلیں طے کیں جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

انسانی دنیا کی کسی زبان کی اس قدر گوناگوں، ہمہ گیر اور دوررس خدمت نہیں کی گئی، جو اہل علم کے ہاتھوں عربی زبان کے نصیب میں آئی، یہ اسلامی تعلیمات، ترجیحات ہی کا لازمی اثر تھا۔ ابھی حال ہی میں سعودی عرب سے علم النحو کی کتاب ''المقاصد الشافية في شرح الخلاصة الكافية'' جو امام ابو اسحاق شاطبی متوفی: ۷۹۰ھ کی تصنیف ہے، دس جلدوں میں شائع ہوگئی، جس کے مجموعی صفحات تقریباً چھ ہزار تک ہیں، اسی طرح کتاب ''التسہیل'' لابن مالک نحو میں مشہور زمانہ تالیف ہے، دار السلام، مصر نے اس کی ایک شرح ''شرح ابن الجيش'' گیارہ ضخیم جلدوں میں شائع کرائی ہے، جو ہزارہا صفحات پر مشتمل ہے۔

اصول نحو کی جداگانہ حیثیت:......واضح رہے کہ جس طرح ''علم النحو'' ایک مدون علم ہے، اس کی اپنی کتابیں ہیں، اسی طرح ''اصول النحو'' کی بھی مستقل حیثیت ہے، اس کی بھی اپنی کتابیں ہیں، جس طرح حدیث، اصول حدیث، فقہ اور، اصول فقہ مستقل علوم شمار ہوتے ہیں۔

''اصول النحو'' پر سب سے پہلی کتاب امام ابن جنی کی ''الخصائص'' ہے، جو پانچ ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہے، ان کے بعد ابن الانباری نے ''لمع الادلة فی علم اصول النحو'' لکھی، اخیر میں ان سب کا خلاصہ امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''الاقتراح فی اصول النحو'' لکھ کر کیا، گویا مہر ثبت کردی؛ اسی وجہ سے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: اِس کتاب (شرح جامی) کی تدریس شروع کرنے سے پہلے علامہ سیوطی کے رسالے ''الاقتراح فی اصول النحو'' کا خلاصہ تقریروں کی شکل میں بیان کیا جائے۔ (۱۷)

''الاقتراح'' پہلی بار ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' حیدر آباد دکن سے ۱۳۱۰ھ میں ایک سال کے اندر دو دفعہ چھپی تھی، اس

کے بعد بھی طباعت سے آراستہ ہوئی، ''الاقتراح'' کی متعدد شروحات بھی لکھی گئی ہیں، میرے خیال میں اس کی بہترین شرح علامہ زبیدی حنفی شارح قاموس کے استاذ جلیل القدر امام محمد بن الطیب شرقی، فاسی متوفی ۱۱۷۰ھ کی ہے، اس شرح کا نام ''فیض الانشراح من روض طی الاقتراح'' ہے، جو دو ضخیم جلدوں میں دبئی سے ڈاکٹر محمود فجالہ کی تحقیق سے شائع ہوگئی ہے، اہل علم کے لئے ایک تحفۂ نایاب سے کم نہیں۔

''علم النحو'' کے مختلف ادوار اور کتابوں سے بحث کرنا چاہیں تو سمیٹنا مشکل ہو جائے، ایک بحر متلاطم محسوس ہوتا ہے، جس کو سر کرنے کے لئے کئی دفتر درکار ہیں، ''علم النحو'' کے عجائب میں سے یہ بھی ہے کہ ایک لفظ یا جملہ میں کئی قسم کی ترکیبیں ہوسکتی ہیں، عصر قریب کے بہت بڑے محدث، مفسر، نحوی اور علوم وہبیۃ کے مالک حضرت مولانا محمد موسیٰ صاحب روحانی بازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ''اما بعد'' پر پوری ایک کتاب لکھ ڈالی، جس میں لفظ ''اما بعد'' کے تیرہ لاکھ انتالیس ہزار سات سو چالیس (۱۳۳۹۷۴۰) ترکیبی احتمالات بیان کئے ہیں، عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں اس کی ادنی مثال بھی کوئی پیش نہیں کرسکتا، ''علم النحو'' کا اس قدر ہمہ گیر ہونا، اسلام، قرآن اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا معجزہ ہی ہوسکتا ہے، جس نے سب زبانوں کو اس کھلی حقیقت کے آگے گنگ کر دیا ہے۔

حالات وطبقات علماء نحو:...... نحوی علماء کے حالات پر بھی مستقل تاریخی تالیفات کی گئی ہیں، اس بارے لکھی گئی چند اہم تاریخی کتابوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے؛ جن کے مطالعہ سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکے گا کہ ہر دور میں ''علم النحو'' کی نشو ونما کس طرح سے ہوتی رہی؟ کون لوگ اس میدان میں خدمات انجام دیتے رہے؟ ان کی کوششوں کے کیا نتائج سامنے آئے؟ جس سے کسی بھی نحوی کا واقف ہونا ضروری ہے۔

(۱)...... اخبار النحویین البصریین، تالیف: امام ابوسعید السیرافی، (مولود: ۲۸۴ھ، متوفی: ۳۶۸ھ)، شیخ محمد عبد المنعم خفاجی کی شرح وتحقیق کے ساتھ دار الجیل، بیروت سے شائع ہوگئی ہے۔

(۲)...... انباہ الرواۃ علی انباء النحاۃ، تالیف: وزیر جمال الدین القفطی، (متوفی: ۶۲۴ھ)، یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں مؤلف کے زمانہ تک کے نحویوں کے حالات جامع انداز میں لکھے گئے ہیں، علامہ ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق سے مکتبہ عصریہ، بیروت سے شائع ہوگئی ہے۔

(۳)...... نزھۃ الالباء فی طبقات الادباء، تالیف: ابوالبرکات ابن الانباری، یہ مختصر اور جامع تاریخ ہے، اس باب میں بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۴)...... مراتب النحویین، تالیف: امام عبدالواحد ابوالطیب اللغوی (متوفی: ۳۵۱ھ) شیخ ابوالفضل ابراہیم ہی کی تحقیق سے مکتبہ عصریہ، بیروت نے شائع کرائی ہے۔

(۵)...... البلغۃ فی تراجم ائمۃ النحو واللغۃ، تالیف: امام لغوی مجد الدین فیروز آبادی (مولود: ۷۲۹ھ، متوفی: ۸۱۷ھ)

مشہور زمانہ مؤلف ہیں، جن کی ''القاموس المحیط'' شہرت کی بلندیوں کو پہنچی ہوئی ہے، دار سعد الدین، دمشق نے شیخ محمد المصری کی تحقیق سے شائع کی ہے۔

(۶)......طبقات النحویین واللغویین، تالیف: امام زبیدی، ابوالفضل ابراہیم کی تحقیق سے مصر سے ۱۹۵۷ھ میں شائع ہوچکی ہے۔

(۷)......بغیة الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة، تالیف: حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی: ۹۱۱ھ) یہ جامع، مختصر کتاب ہے، دو جلدوں میں شیخ مصطفیٰ عبدالقادر عطاء کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ، بیروت نے شائع کی ہے۔

یہ چند مصادر ومراجع کا ذکر ہوا، جو نحوی علماء کے حالات، تاریخ وغیرہ پر مشتمل ہیں، جن کے مطالعہ کرنے سے بیش بہا فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

امام صفدی کا علمی مقام اور ان کی ایک نادرہ روزگار کتاب:......امام صلاح الدین خلیل ایبک الصفدی رحمہ اللہ تعالی (متوفی: ۷۶۴ھ) آٹھویں صدی ہجری کی ایک عبقری، مؤرخ، ادیب، نحوی، لغوی اور موسوعی شخصیت ہیں، ان کی تاریخ ''الوافی بالوفیات'' انتیس ضخیم جلدوں میں ہر علم دوست کتب خانہ کی زینت ہے، جس میں عالم اسلام کے تقریباً چودہ ہزار علماء، شخصیات کے حالات مذکور ہیں، نابینا علماء کے موضوع پر ان کی کتاب ''نکت الهمیان فی نکت العمیان'' اپنی ندرت وجدت کے حوالے سے مشہور ہے، امام تاج الدین سبکی نے اپنی کتاب ''طبقات الشافعیہ الکبریٰ'' میں لکھا ہے کہ:

''خلیل صفدی نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے چھ سو سے زیادہ جلدیں (اپنے ہاتھ سے) لکھی ہیں۔(۱۸)

انہی امام صفدی کی ایک نادر تصنیف ہے، جو حال ہی میں فاروق اُسلیم صاحب کی تحقیق سے اتحاد الکتاب العرب، دمشق نے شائع کرائی ہے اس کا نام ''اختراع الخراع'' ہے، اس کتاب کا موضوع حیران کن ہے، موصوف نے نحو، صرف، اور لغت کے حوالے سے لوگوں کو ہونے والی غلط فہمیاں جمع کی ہیں، یہ غلط فہمیاں اس خوبصورتی کے ساتھ مذکور ہیں کہ آدمی پڑھ کر دنگ رہ جاتا ہے، اور موصوف کی ذہانت کو داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا؛ البتہ اگر کوئی غیر فنی شخص مطالعہ کرے گا تو اسے اپنے آپ کو مطمئن کرنے میں دقت ہوگی، وہ یہی سمجھے گا کہ یہی ترکیب، قاعدہ، دلیل، تعلیل اور توجیہ ہی فنی لحاظ سے درست ہے، جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہوگی۔

حرف جر ''فی'' کے بارے میں ان کی جمع کردہ ''تحقیقات'' پڑھئے اور سر دھنئے:

''فی'' اسم ہے (کیونکہ اس میں اسم ہونے کی کئی علامتیں موجود ہیں ایک یہ) اس پر حرف جر داخل ہوتا ہے، جیسے: (انتقل من الشمس الی فیء الظل)۔

دوسری علامت: الف لام داخل ہوتا ہے، جیسے: (هذه الدراهم مبلغ الفی درهم)۔

تیسری علامت: مضاف واقع ہوتا ہے، اس کی مثال جیسے: (اعجبنی حسن فیك)۔

چوتھی علامت: اس پر تنوین واقع ہوتی ہے، جیسے: (ھذا المال فیءٌ للمسلمین)۔

خلاصہ یہ کہ اسماء میں سے کوئی بھی ایسا کلمہ نہیں، جس پر اسم کی تمام علامتیں داخل ہوسکتی ہوں، ماسوائے ''فی'' کے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اسباب منع صرف ''آذر بیجان'' سے بھی زیادہ ہیں، دیکھئے لفظ ''ف'' کا عدد (۸۰) ہے، ''ی'' کا (۱۰)، جیسا کہ زجاج نے ''کتاب الجمل'' میں ذکر کیا ہے! دیکھئے ''فی'' کے اندر (۹۰) علامات پائی گئیں، جبکہ اسباب منع صرف تو صرف (۹) ہیں۔'' (۱۹)

ملاحظہ کیا آپ نے ان نادر تحقیقات کو! ہمارے خیال میں عربی کے علاوہ دوسری زبان میں اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں ہوگی۔ البتہ استعداد کی کمزوری اور نصابی تقاضوں سے غفلت برتنے کے نتیجہ میں اس حوالے سے کافی ''منتشر مواد'' امتحانات کی جوابی کاپیوں میں موجود ہوتا ہے، جس کا تازہ بتازہ مشاہدہ امتحانات کے پرچے چیک کرنے والے ممتحنین حضرات کرتے رہتے ہیں، نصابی کتابوں کی اردو شروحات کو بطور درسی کتابیں متعارف کرانے کے خواہشمند ''تسہیل وتیسیر'' کے ان لازمی نتائج سے بھی ''محظوظ'' ہوں!

مندرجہ بالا اقتباس کی وضاحت:...... مندرجہ بالا منقول عبارت میں (فئی الظل) اسم ہے، سایہ کے معنی میں، (الفی درھم)، میں الف لام زائد نہیں؛ بلکہ اصل کلمہ ہے، الف بمعنی ہزار کا تثنیہ ہے۔ (حسن فیك) میں بھی فی (فم) اسم ہے، حرف نہیں، بمعنی آپ کے چہرے (منہ) کی خوبصورتی۔ ''کتاب الجمل'' للزجاجی کا حوالہ بھی ایک غلط فہمی ہے، کیونکہ وہ تو نحو کی کتاب ہے، حروف ابجد سے اس کا کیا واسطہ! کسی مغفل نے دیکھا کہ ''ف'' حروف جمل وابجد کے حساب میں (۸۰) عدد کے لئے مستعمل ہے، تو اس نے ''کتاب الجمل'' کا نام لیا، پھر وہ کتاب زجاج کی نہیں، ان کے شاگرد ابوالقاسم عبدالرحمان کی ہے، جو اپنے استاد ابواسحاق ابراہیم زجاج سے غایتِ تعلق وصحبت کی بناپر ''زجاجی'' کہلائے ''آذر بائیجان'' میں محققین کے نزدیک پانچ اسباب منع صرف موجود ہیں، جو ایک اسم میں موجود اسباب کی ایک بڑی تعداد ہے، غلط توجیہ میں اس کثرتِ اسباب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی طرح حروف ابجد کی مجموعی تعداد کو علامات کہا، پھر علامات اسم کی کثرت اور اسباب منع صرف دو الگ الگ چیزوں کو یکجا کیا گیا!

نحوی لطائف اور دلچسپ کہانیاں:...... نحوی علماء کے درمیان مختلف فنی مسائل میں مناظروں اور مجلسوں کے بازار بھی گرم رہتے تھے، علامہ زجاجی کی ''مجالس العلماء'' (جس کا پہلے بھی حوالہ دیا جاچکا ہے) ایسے ہی بحثوں اور مناظروں کی دلچسپ روداد پر مشتمل ہے، بسا اوقات ان مناظروں کی وجہ سے کافی دلچسپ اور خوشگوار مناظر سامنے آجاتے ہیں، علامہ قیروانی نے ''جمع الجواہر'' میں لکھا ہے، کہ ابوالعیر نے یہ قصہ بیان کیا: ایک دفعہ مشہور نحوی امام ثعلب نے مجھ سے سوال کیا، ابوالعیر! ''الظبی'' (ہرن) معرفہ ہے یا نکرہ؟ میں نے جواب دیا کہ جب ''ظبی'' کو ذبح کر کے گھی میں تلا جائے، اور دستر خوان پر کھانے کے لئے رکھ دیا جائے، تب تو معرفہ ہے اور اگر جنگل وصحراء میں ہو تو نکرہ ہے، امام ثعلب نے یہ سن کر

برجستہ کہا: کہ دنیامیں آپ سے بڑھ کرنحوی میں نے نہیں دیکھا۔(۲۰)

اس طرح کے ''وقائع نحویہ'' تاریخ کی کتابوں میں بکثرت مذکور ہیں، جو بڑی دلچسپی کی چیزیں ہیں۔

حوالہ جات اور مآخذ:

(۱)......ارشاد القاصدفی التعریفات للسنجاری: زیرعنوان: علم النحو، طباعت: مکتبۃ الرشد ناشرون، بیروت۔ نیز دیکھئے علم نحو کی تعریف کے لئے ''دستور العلماء'' للشیخ عبد النبی ''کشاف اصطلاحات العلوم والفنون'' للتھانوی، ''التعریفات '' للجرجانی، اور ''التوقیف علی مھمات التعاریف '' للمناوی۔(۲)......نزھۃ الالباء، ص:۱۴، تحقیق: ابو الفضل ابراہیم، طباعت: المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۳ء۔(۳)......وفیات الاعیان لابن خلکان ،۲/۲۲۰، طباعت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۷ھ۔(۴)......مراتب النحویین لابی الطیب عبد الواحد اللغوی، ص:۷۳، طباعت: المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ۔(۵)......دیکھئے نزھۃ الالباء لابن الانباری، حالات ابوعثمان المازنی۔(۶)...... مراتب النحویین، ترجمہ، مبرد، نیز مقدمہ تحقیق بر''کتاب سیبویہ'' از شیخ عبدالسلام ہارون ،ص:۲۲، طباعت، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ۔(۷)......مقدمہ تحقیق، بر''کتاب سیبویہ''، ازعبدالسلام ہارون، ص:۱/ ۲۸۵۔(۸)......مقدمہ تحقیق ص:۱/ ۲۹۔(۹)......بغیۃ الوعاۃ للسیوطی، تذکرہ مبرد، طباعت: دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔(۱۰)......دیکھئے امام ابن بشکوال کی ''کتاب الصلۃ ''ص:۲۲۱، رقم:۵۸۰، ط: العصریہ ،صیدا، بیروت: ۱۴۲۳ھ، نیز مقدمہ تحقیق ''کتاب سیبویہ'' ص:۳۴۔(۱۱)......مراتب النحویین، نیز دیکھئے مقدمہ تحقیق بر''کتاب سیبویہ'' ص:۳۱۔(۱۲)......مجالس العلماء للزجاجی، ص:۱۹۱، شیخ المحققین علامہ عبدالسلام ہارون کی تحقیق سے مکتبہ خانجی، قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔(۱۳)......نقش دوام، ص:۱۳۴، طباعت: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان۔(۱۴)......دیکھئے مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں، ص:۹۷، ازمولانا عمران ندوی، ناشر: مجلس نشریات اسلام، کراچی۔(۱۵)......دیکھئے ''تالیف'' از ڈاکٹر خورشید رضوی، ص:۶۲، ناشر: شہ تاج مطبوعات، لاہور۔ علامہ میمنی کے حالات جاننے کے لئے دیکھئے ''پرانے چراغ'' از مولانا ابوالحسن علی ندوی، ۲/۲۳۶ تا ۲۴۵، ناشر: مجلس نشریات اسلام، کراچی۔(۱۶)......دیکھئے معجم المطبوعات العربیۃ والمعربۃ لیوسف الیان سرکیس، دمشق، ۱/۱۰۷۰، ترجمہ: سیبویہ، طباعت: مطبعہ سرکیس، مصر: ۱۳۴۶ھ مطابق: ۱۹۲۸ء۔(۱۷)......دیکھئے درس نظامی کی کتابیں کیسے پڑھیں اور پڑھائیں؟ از شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی صاحب ،ص: ۳۳، مکتبہ نعمانیہ، لانڈھی ،کراچی۔(۱۸)......طبقات الشافعیہ الکبری، للسبکی، ۱/۱۰، رقم الترجمہ: ۱۳۵۲، نیز دیکھئے فصول فی الثقافۃ والادب، للطنطاوی، ص:۳۰۴۔(۱۹)......اختراع الخراع ص:۵۴، طباعت: اتحاد الکتاب العرب، دمشق، تحقیق: فاروق اسلیم۔(۲۰)......دیکھئے مصطفیٰ سباعی کی کتاب ''القلائد من فرائد الفوائد، ص:۱۰۸، ناشر: دار ابن حزم، بیروت۔